سیر و سوانح

شیخ حسن البنّا
اسلامی بیداری کے سرخیل

پروفیسر مسعود الرحمٰن خاں ندوی

بیسویں صدی عیسوی میں اسلامی جماعتوں کے پیشرو دستہ کی رہبری و رہنمائی شیخ حسن البنّا کے مقدر میں لکھی تھی، انھوں نے اس کا حق اپنی جان داؤ پر لگا کر ادا کیا، آخرکار سامراجی طاقت برطانیہ اور اس کی آلۂ کار شاہ فاروق کی حکومت کی سازباز سے ۱۲ر فروری ۱۹۴۹ء کی شام کو انھیں دھوکہ سے قتل کردیا گیا۔

ان کی شہادت کے عظیم سانحہ پر پچاس برس گزرنے پر شائع ہونے والا لندن کے ہفتہ وار رسالہ الاخوان کا ایک یادگار کتابچہ الامام الملهم حسن البنّا: عبقرية البنّاء (فروری ۱۹۹۹ء، صفحات ۲۸) نظر سے گزرا۔ اس کا بیشتر حصہ شیخ کی اہم تحریروں کے طویل اقتباسات پر مشتمل ہے۔ زیرِ تحریر مقالہ میں شیخ کے مختصر حالات زندگی، اخوان کی تشکیل، کارکردگی اور شیخ کی حیات میں ابتلاء و آزمائش کے مراحل کے بیان کے ساتھ مذکورہ اقتباسات کے ذریعہ ان کے خیالات و افکار پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ واللہ ولی التوفیق

والدِ بزرگوار

شیخ کے والدِ محترم احمد عبدالرحمٰن البنّاء الساعاتی خوشحال باوقار عالم دین تھے، انھوں نے حفظِ قرآن کریم اور اس کی تجوید کے علاوہ حدیث، فقہ، توحید اور صرف و نحو کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، حدیث میں ان کی دلچسپی بڑھی تو انھوں نے مسند الامام احمد بن حنبل کو الفتح الربانی کے نام سے فقہی ابواب پر مرتب کیا اور بلوغ الامانی کے عنوان

سے اس کی شرح لکھی۔ علم کے وقار کو قائم رکھنے کے لیے حصول رزق کا ذریعہ گھڑیوں کی مرمت اختیار کیا، اسی وجہ سے وہ الساعاتی (گھڑی ساز) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ولادت

حسن البنا کی ولادت مصر کے ایک گاؤں شمشیرہ (ضلع فوۃ، مغربی صوبہ) میں اکتوبر ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔

گھریلو تعلیم و تربیت

لکھنے پڑھنے کی عمر تک پہنچتے ہی معمول کے مطابق ان کے والد محترم نے ان کو قرآن شریف حفظ کرایا، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت پیدا کی، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور نحو صرف کی تعلیم کے ساتھ خارجی مطالعہ کا عادی بنایا، ذاتی مکتبہ میں قابل لحاظ علمی و ادبی اور تاریخی و تہذیبی کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، ہر مرحلہ پر اس سے استفادہ کی رہنمائی کی، علم کے ساتھ عمل پر بھی زور دیا جس کی وجہ سے وہ بچپنے ہی سے دینی رنگ میں رنگ گئے، نیز ان کو اپنے پیشہ گھڑی کی مرمت بھی سکھائی تاکہ رزق کے معاملہ میں وہ خود کفیل رہیں۔

عصری تعلیم

گھریلو تعلیم کے ساتھ ان کو مروجہ عصری تعلیم کے لیے ایک اعدادی مدرسہ میں بھی داخل کیا گیا، جہاں ان کی صلاحیت و ذہانت کے جوہر کھل کر سامنے آئے اور ان کو اساتذہ کی محبت و توجہ خوب حاصل رہی۔ عبادت و مجاہدہ کا فطری رجحان گھر کے دینی ماحول اور تربیت سے مزید نمایاں ہو گیا تھا، اس لیے اس ابتدائی مرحلۂ تعلیم ہی میں برائیوں کی نفرت دل میں بیٹھ چکی تھی، مدرسہ کے اندر اور باہر ان پر برملا نکیر کرتے اور مدرسہ کی دینی و اخلاقی اور علمی و ادبی انجمنوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

۱۹۲۰ء میں ابتدائی مرحلہ کے مدرسین کی تربیت کے مدرسۃ المعلمین، دمنہور میں داخل ہوئے، وہاں "حصافی" سلسلۂ تصوف سے ربط و تعلق بڑھا تو اس میں بیعت ہو گئے،

اس سلسلے میں علمی رجحان کے ساتھ اس بات کا اہتمام تھا کہ اختلافی مسائل میں الجھنے سے احتیاط کی جائے اور اپنے نفس کے تزکیہ وتہذیب پر زیادہ توجہ دی جائے۔ بعد میں اس اولین تربیت کا نمایاں اثر خود اخوانی تحریک پر مرتب ہوا، اس کے ارکان کو بتایا جاتا تھا کہ "جہاد کا پہلا میدان تمہارے پہلو میں خود تمہارا نفس ہے، اگر اس پر قابو پالیا تو دیگر میدانوں میں تم زیادہ کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔" اس لیے ہر اخوانی کا شعار تھا کہ "اپنے نفس کی اصلاح کرو"۔

۱۹۲۳ء میں دارالعلوم میں داخلہ لیا تو والد محترم بھی خاندان کے ساتھ قاہرہ منتقل ہو گئے، وہاں پر حسن البنّا کی صلاحیت پختہ ہوئی، بصیرت بڑھی، انسانی زندگی کی غرض وغایت واضح ہوئی، نیز اس زمانے کے عالمی حالات نے نوجوان عزائم کو جھنجھوڑا اور امت کی خدمت کے لیے نتیجہ خیز کام پر ابھارا۔

۲ر مارچ ۱۹۲۴ء کو عثمانی خلافت کی منسوخی کے عظیم ترین سانحہ نے تمام عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا تھا، ایک مجنون کے قلم کی دل خراش جنبش سے تاریخ میں پہلی بار خلیفہ اور خلافت کے سایہ سے محروم ہو کر بقول عربی مثل مسلمان کالایتام علی موائد اللئام (اوباشوں کے دسترخوان پر یتیم) کی حیثیت میں آ گئے تھے، پھر اس پر مستزاد بدکرداری، بداخلاقی اور بے حیائی کا سیلاب بلاخیز طغیانی پر تھا، شیخ بنّا اس زمانہ میں قاہرہ کے ماحول سے متعلق لکھتے ہیں:

> قاہرہ میں جو وقت میں نے گذارا، اس دوران عقلی آزادی کے نام پر آراء و افکار اور قلوب ونفوس میں انتشار اور شخصی آزادی کے نام پر اخلاق و اعمال میں بگاڑ اور بے لگام بیباکی و بے حیائی عروج پر تھی، یہ الحاد واباحیت کا طاقتور، سرکش اور جڑ سے اکھاڑ کر بہالے جانے والا ایسا سیلاب تھا جس کے سامنے کوئی چیز ٹک سکتی نہ تھی اور حالات زمانہ اس کے لیے سازگار و مددگار تھے۔

لادینی خیالات وافکار کی ترویج واشاعت کے لیے مستشرقین اور عیسائی مبلغین کے شانہ بہ شانہ عرب شعراء اور ادباء کی کھیپ مصر کی زرخیز اسلامی سرزمین سے اسلام اور اس کے بنیادی ڈھانچہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے تحریر وتقریر اور ترغیب وتحریص کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ آور تھی، قاہرہ میں نوجوان

حسن البنّاء کا واسطہ ان غیر معمولی تشویشناک فکر انگیز حالات سے پڑا تو انھوں نے دین وایمان اور اسلامی روایات واقدار کی حفاظت اور بحالی کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگانے کا عزم مصمّم کرلیا۔

ملازمت

۱۹ ستمبر ۱۹۲۷ء سے شیخ حسن البنّا نے اسماعیلیہ کے ابتدائی مدرسہ میں معلّم کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی اور وہاں قیام شروع ہوا، دارالمعلمین، دمنہورین تدریس کی تربیت کے دوران انھوں نے عہد کیا تھا کہ اگر ان کو تعلیم وتدریس کا موقع ملا تو وہ ملازمت کے اوقات کے بعد تعلیم بالغان کا انتظام کریں گے، اب اس وعدہ کو نباہنے کا وقت آیا تو انھوں نے دن میں بچوں کو پڑھانے کے علاوہ رات میں بڑوں کی تعلیم وتربیت اور موعظت ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا، لیکن اس شبانہ تعلیمی کام کے لیے مدارس ومساجد کے بجائے بالکل غیر روایتی مقام یعنی عوامی "چائے اور کافی خانے" منتخب کیے جہاں عوامی رابطہ کا زیادہ موقع میسّر تھا، اس لیے کہ عرب ممالک اور خصوصًا مصر کے شہروں میں ہر طبقہ کے لوگ شام کے فراغت کے اوقات زیادہ تر ان ہی قہوہ خانوں کے سامنے سڑک کے فضول مناظر دیکھنے میں صرف کرتے ہیں اور اب تک اس کے عادی ہیں۔

یہ انوکھا تجربہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا اور بہت جلد ان کے مخلص ساتھیوں کی خاصی تعداد جمع ہوگئی، ان میں سے انھوں نے اپنے معاونین "انصار" کا انتخاب کیا اور محلہ العراقیہ کے "زاویۃ الحاج مصطفی" میں مغرب تا عشا تربیت شروع کی، وہ ان کو خالص اسلامی عقائد وعبادات کی عملی تعلیم آسان طریقہ سے دیتے اور اختلافی مسائل سے ان کو دور رکھتے، ان کو ہر طبقہ کی زبان میں دلنشیں بات کرنے کا خداداد ملکہ حاصل تھا، اس لیے ان کو علماء وصوفیاء، جدید تعلیم یافتہ، معاشرہ کے ممتاز افراد اور مختلف انجمنوں اور تنظیموں کے ذمہ داروں کی محبت نصیب ہوئی، خاص کر متوسط اور محنت کش طبقات بڑی تعداد میں ان کے اردگرد جمع ہوگئے۔

اخوان المسلمین کی تشکیل

شیخ بنا کی طرف اس غیر معمولی رجوع عام سے ان کے متوسلین کے ذہن میں بار بار یہ سوال ابھرتا تھا کہ امت کو اس قعر مذلت سے نکالنے کا عملی راستہ کیا ہے؟ آخر کار ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ/مارچ ۱۹۲۸ء میں ایک دن ان کے گھر پران کے چھ مخلص ساتھی جمع ہوئے اور اس سلسلہ میں ان سے درخواست کرتے ہوئے اس کام کے لیے ایک معمولی رقم پیش کی اور اس راستہ کی رہنمائی کی ان پر ذمہ داری رکھی، شیخ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اسلامی دعوت کے سپاہی بننے کے لیے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا، سب نے بیعت کی اور اس بات کی قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان واعتقاد رکھنے والی یہ چھوٹی سی بیشرو جماعت اس کے دین کی دعوت کا کام پوری تندہی سے کرے گی۔ جماعت کا نام رکھنے کی بات آئی تو شیخ نے فرمایا: "ہم اسلام کی خدمت کے رشتہ سے آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لیے ہمارا نام الاخوان المسلمون ہونا چاہیے"۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور شیخ ہی کو اس جماعت کا مرشد عام متعین کر دیا۔ تحریک کی رہنمائی کے باقاعدہ سپرد ہونے کے بعد انھوں نے مزید فکر و توجہ سے اس کو اسماعیلیہ اور اس کے اطراف میں پھیلانے کے لیے تگ و دو شروع کی۔

اخوان کو سامراج مخالف رخ دینے میں اسماعیلیہ کی جائے وقوع کو بھی بڑا دخل تھا۔ یہ غریب علاقہ اُس وقت ایک طرف برطانوی قابض افواج کی دستبرد کا قریب سے تلخ مزہ چکھ رہا تھا تو دوسری طرف نہر سوئز کمپنی اس کے محنت کش طبقہ کا خون چوس رہی تھی، اس لیے ہمہ گیر اسلام کی طرف واپسی کی اخوانی دعوت میں سامراج سے بیزاری اور اس کے خلاف بغاوت کے احساسات بھی شامل ہو گئے اور پھر یہی جذبات سامراجی جوئے سے نجات کا ذریعہ بنے۔

۱۹۳۲ء میں شیخ حسن البنا کا تبادلہ قاہرہ ہوا تو ان کے ساتھ جماعت کا مرکزی دفتر بھی وہاں منتقل ہو گیا، پھر وہیں سے جماعتی تعارف و رہنمائی اور دعوت و تبلیغ کا کام وسیع پیمانہ پر جاری ہوا اور شہری تعلیم یافتہ طبقہ بھی متوجہ ہونے لگا۔ جماعت کی تشکیل کے بعد مسلسل دس سال تک اخوان نے شیخ کی رہنمائی میں پروپیگنڈہ

کے شور وشغب سے دور رہ کر عوامی اصلاح کا بنیادی کام انتہائی خاموشی سے انجام دیا، اس وقت اس کی خبر نہ غیر ملکی دخل انداز انگریز سامراجیوں کو ہوئی نہ شاہ اور اس کے درباریوں کو پتہ چلا، اور نہ سیاسی جماعتوں کے کان کھڑے ہوئے، اس عرصہ میں تحریک پروان چڑھی، اس کے خیالات عام ہوئے، انصار جمع ہوئے اور ان کی ذہنی وفکری اور جسمانی تربیت ہوئی، ان کے درمیان آپس میں ایمان وعمل کے روابط مستحکم ہوئے، مصری معاشرہ کے فرسودہ رسم ورواج کی جگہ صحیح اسلامی تصورات راسخ ہوئے۔ اس ابتدائی مرحلۂ دعوت کا نقشہ خود شیخ بنّا نے درج ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:۔

> یہ تجدیدی دعوت ان حالات میں پروان چڑھی کہ اس وقت مصر اپنے چھوٹے بڑے کسی معاملہ کا خود مالک نہ تھا، غاصب اس پر حکومت کر رہے تھے، سامراجیوں نے اس کو غلام بنا رکھا تھا، اس کے فرزند اس کی آزادی وخود مختاری کے لیے جہاد کی راہ پر گامزن تھے، اندرونی ماحول جماعتی جھگڑوں اور سیاسی کھینچ تان سے پاک نہ تھا، بلکہ اس کو ذاتی مفادات حرید آنچ دیتے رہتے تھے۔ اخوان نے اپنے کو اس پراگندہ میدان میں ٹھونسنا پسند نہ کیا، تاکہ اختلافات نہ بڑھیں اور غاصبوں کو مزید پیر جمانے کا بہانہ نہ ملے، اور وہ اس کی دعوت کو دوسرے رنگ میں پیش کرنے کا فائدہ نہ اٹھائیں۔ حکومتوں پر حکومتیں بدلتی رہیں، اقتدار کی چھین جھپٹ ہوتی رہی، لیکن اخوان مجاہدین کے ساتھ جہاد آزادی میں مشغول رہے اور امت کی تربیت کے نتیجہ خیز میدان میں عوامی بیداری، عرفِ عام کی تبدیلی، ارواح ونفوس کے تزکیہ وتطہیر اور حق وصداقت، جہاد وعمل اور فضائل اخلاق کے اصولوں کی نشر واشاعت کا کام انجام دیتے رہے۔

اس خاموش جد وجہد کے نتیجہ میں اخوان کو عوامی مقبولیت نصیب ہوئی، ہر زبان پر ان کا نام آیا، ہر جگہ ان کا چرچا ہوا، مصر میں تین سو سے زیادہ شاخیں قائم ہوئیں جو خیر وہدایت کی راہِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی تھیں، اس سے مصر میں طاقتور اسلامی شعور بیدار ہوا، اور ایک ایسے ہراول دستہ کی تربیت ہوئی جس نے آئندہ جہاد

کی باگ ڈور سنبھالی۔

دین و دنیا کا جامع تصور

اس ابتدائی دس سالہ مرحلہ کے بعد اخوان کی پانچویں کانفرنس منعقدہ ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۸ء میں شیخ بنا نے اخوان کی غرض و غایت وسائل و ذرائع اور طریقہ کار پر ایک طویل خطبہ پیش کیا، جس میں انھوں نے دین و دنیا کے جامع اور مکمل اسلامی تصور کی روشنی میں ملک کے زیرِ بحث سیاسی مسائل پر جماعت کی رائے بھی واضح کی اور اللہ کی سرزمین میں اس کی حکمرانی کا مقصد انتہائی وضاحت اور بیباکی کے ساتھ بیان کیا' اس اہم خطبہ کا ایک طویل اقتباس درج ذیل ہے۔

> ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کے احکام و تعلیمات جامع و شامل ہیں، وہ لوگوں کی دنیا و آخرت کے امور کی تنظیم کرتے ہیں، جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ تعلیمات صرف عبادت اور روحانی گوشہ پر مشتمل ہیں ان کا یہ گمان غلط ہے.... اس لیے کہ اسلام عقیدہ و عبادت، وطن و شہریت، دین و حکومت، روحانیت و عمل، قرآن و تلوار .... سب کو شامل ہے، قرآن ان سب موضوعات پر کلام کرتا ہے، وہ ان سب کو اسلام کا مغز اور اس کا غیر منقسم حصہ سمجھتا ہے اور ان کو بہترین طریقہ سے انجام دینے کی نصیحت کرتا ہے، اسی بات کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کرتی ہے:
>
> | | |
> |---|---|
> | وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ | اللہ نے تم کو جو کچھ عطا کیا ہے اس |
> | الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ | سے دارِ آخرت کما لو اور دنیا میں اپنا حصہ |
> | مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ | بھی نہ بھولو اور بھلے کام کرو جیسا کہ اللہ نے |
> | اللَّهُ إِلَيْكَ (القصص: ۷۷) | تمہارے ساتھ احسان کا معاملہ کیا۔ |

پھر اسلام کی وسعت و جامعیت پر دلالت کرنے والی دیگر آیات کی تلاوت کے بعد شیخ نے فرمایا:-

> اس طرح "اخوان" اللہ کی کتاب سے جڑے اور اس سے رشد و ہدایت و رہنمائی حاصل کی تو ان کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے یہی کلی اور جامع و شامل معنی مطلوب ہیں، اب اگر امت چاہتی ہے کہ وہ صحیح اسلام کے لحاظ سے مسلمان ہو تو اس پر واجب

ہے کہ اسلام اس کے تمام امورِ زندگی پر محیط ہو، اس کے رنگ میں اپنے کو رنگے، اس کے احکام کی تابعداری کرے، اور اس کے قواعد و تعلیمات کو اسی سے اخذ کر کے ان کے ساتھ چلے.... اگر اس نے صرف عبادات میں اس کا لحاظ کیا اور دیگر امور میں غیروں کی تقلید کی تو ناقص الاسلام امت کہلائے گی اور ان لوگوں کے مشابہ سمجھی جائے گی جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرہ: ۸۵)	کیا تم کتاب کے بعض حصّے کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ تم میں جو ایسا کرے اس کی سزا دنیاوی زندگی میں رسوائی کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے؟ اور قیامت کے دن ان کو سخت ترین عذاب میں ڈالا جائے گا اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

اسی کے ساتھ اخوان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی بنیاد اور ان کا سرچشمہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، جن کو اگر امت مضبوطی سے پکڑے رہے گی تو کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ اسلام سے متعلق بہت سی آراء اور علوم ان زمانوں اور اقوام کا رنگ لیے ہوئے ہیں جن میں وہ پیدا ہوئیں، اس لیے اسلامی قوانین کو سہولت اور آسانی کے اس اوّلین سرچشمہ سے اخذ کرنا واجب ہے جس سے پہلے امّت نے حاصل کیا تھا اور اسلام کو اس طرح سمجھنا چاہئے جیسا کہ سلف صالح میں صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم نے سمجھا تھا اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود پر رک جانا چاہیے تاکہ ہم اللہ کی پابندی کے علاوہ کسی اور قید میں اپنے کو نہ جکڑ لیں اور ہمارے زمانہ پر اس زمانہ کا رنگ نہ چڑھ جائے جو اسلام کے موافق نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام تو ساری بشریت کا دین ہے۔

اسی کے ساتھ اخوان کا عقیدہ ہے ایک عمومی دین کی حیثیت سے اسلام ہر زمانہ کی اقوام و ملّتوں کی زندگی کے تمام امور کو شامل ہے، وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس زندگی کے خالص دنیوی امور کی جزئیات کو چھیڑے، وہ ہر معاملہ

کے کلی قواعد وضع کر کے ان کی عملی تطبیق کے طریقوں اور ان کے حدود میں چلنے کی رہنمائی کرتا ہے، پھر صحیح تطبیق کی ضمانت کے لیے انسانی نفس کے علاج پر پوری توجہ دیتا ہے جس پر دراصل تمام قوانین کے اخراج، سوچ بچار اور تکوین و تشکیل کا انحصار ہے، لہٰذا اس کے لیے ایسی کارگر دوائیں تجویز کیں جو اس کو خواہشات سے پاک کریں، اس میں غیر صمدی کے میل کچیل کو دھوئیں، اس کو کمال و فضائل کی ہدایت دیں اور ظلم و زیادتی اور کوتاہی پر اس کی تنبیہ کریں.... اس لیے کہ جب نفس پاک صاف ہو کر راہِ مستقیم اختیار کر لیتا ہے تو اس سے صادر ہونے والی ہر چیز صالح اور خوبصورت ہو جاتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ عدل و انصاف قانون کے الفاظ و عبارت میں نہیں بلکہ قاضی کے نفس میں ہوتا ہے، خواہشات و اغراض کا بندہ ایک قاضی انتہائی عدل پر مبنی قانون کی ظالمانہ تطبیق کر سکتا ہے، جبکہ خواہشات نفس اور خود غرضی سے آزاد دوسرا قاضی ناقص اور ظالم ترین قانون کی منصفانہ تطبیق کر سکتا ہے جس میں لوگوں کے لیے خیر و بھلائی اور رحم و انصاف کو ملحوظ رکھا گیا ہو..... اسی وجہ سے کتاب اللہ میں نفس انسانی بڑی توجہ کا مستحق قرار پایا ہے، حقیقت بھی یہ ہے کہ اسلام کے تربیت یافتہ اولین بشری نفوس کمالِ انسانی کی اعلیٰ ترین مثال اور نمونہ تھے، انہی وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ اسلام کا مزاج و فطرت تمام زمانوں اور امتوں کے لیے سازگار رہے اور اس میں ان کی تمام ضرورتوں اور مطالبات کی گنجائش ہے، اسی وجہ سے وہ دوسرے صالح قوانین سے استفادہ کا اس وقت تک منکر نہیں جب تک وہ اس کے عام مسلّمہ اصولوں اور کلی قواعد کے خلاف نہ ہوں۔

اخوان کی اس جامع و کامل فہم اسلام کا نتیجہ تھا کہ ان کے افکار و خیالات میں امت کے تمام اصلاحی مکاتب فکر کے مفید عناصر کی نمائندگی تھی، اس کی تفصیل بھی خود شیخ بنا کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

..... آپ کسی تردد کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ اخوان المسلمین:

۱۔ سلفی دعوت ہے اس لیے کہ وہ اُس اسلام کی دعوت کی طرف بلاتے

جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف وشفاف چشمہ سے ماخوذ ہو۔

۲۔ **سُنّی طریقہ** ہے اس لیے کہ وہ عقائد وعبادات سمیت ہر معاملہ میں سنتِ پاک پر ممکن حد تک عمل کے لیے اپنے نفوس کو آمادہ کرتے ہیں۔

۳۔ **صوفیانہ حقیقت** ہے اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ خیر وبھلائی کی بنیاد نفس کی پاکی، قلب کی صفائی عمل پر پابندی، مخلوق سے اعراض، اللہ کے لیے محبت اور خیر سے ارتباط پر منحصر ہے۔

۴۔ **سیاسی ادارہ** ہے اس لیے کہ وہ اندرون ملک حکومت کی اصلاح، بیرونی اقوام سے امت مسلمہ کے روابط پر نظر ثانی، عوام کی عزت وشرافت پر تربیت اور ہر حالت میں ان کے ملّی تشخص کی حفاظت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۵۔ **اسپورٹس کلب** ہے اس لیے کہ اخوان جسمانی ورزش کی طرف توجہ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ طاقتور مؤمن کمزور مؤمن سے بہتر ہے، نیز یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تم پر تمہارے بدن کا حق ہے"..... اور یہ بھی معلوم بات ہے کہ اسلامی فرائض وواجبات کی مکمل اور صحیح ادائیگی مضبوط صحت مند جسم کے بغیر ممکن نہیں ہے، نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ کی بخوبی انجام دہی کے لیے یقیناً ایسے جسم کی ضرورت ہوتی ہے جو رزق حاصل کرنے کے لیے زندگی کی جدوجہد کی ذمہ داریوں کو برداشت کر سکے، اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے وہ ورزشی تربیت اور اسپورٹس ٹیموں پر دیگر اسپورٹس کلبوں کے برابر یا شاید ان سے بھی زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

۶۔ **علمی وثقافتی رابطہ** ہے اس لیے کہ اسلام نے علم کا حصول ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے، لہٰذا اخوان کی علمی وادبی انجمنیں واقعتاً علوم وتہذیب کے مدارس اور جسم، عقل اور روح کی تربیت کے ادارے ہیں۔

۷۔ **اقتصادی کمپنی** ہے اس لیے کہ اسلام صحیح طریقہ سے مال ودولت کے کمانے اور اس کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا ہے:۔

"صالح انسان کے لیے حلال مال کیا ہی خوب ہے!....." نیز ارشاد فرمایا ہے

"جو شخص ہاتھ سے کام کرتے کرتے تھک ہار جائے اس کی مغفرت ہوگی"... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول ہے: "اللہ پیشہ ور ہنر مند مؤمن سے محبت فرماتا ہے۔"

۸۔ معاشرتی اصلاح کا نظام ہے اس لیے کہ اخوانی مسلم معاشرہ کی بیماریوں کی طرف دھیان دیتے ہیں اور ان کے علاج کے وسائل تلاش کرتے ہیں تاکہ امت ان سے شفا پائے۔

اغراض ومقاصد

اسلام کے اس جامع اصلاحی تصور کی وضاحت کے بعد شیخ بنّا نے اخوان المسلمین کی غرض وغایت ان کے پیش نظر اسلامی خدمت کے کام اور ان کاموں کی انجام دہی کے طریقے اور وسائل پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اخوان کا مقصد صحیح اسلامی تعلیمات پر ایمان رکھنے والی ایسی نئی نسل کی تشکیل ہے جو امت کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر اسلامی رنگ میں رنگ دے

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کیا) اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہے؟

اس مہم کی انجام دہی میں اخوان کا وسیلہ عرفِ عام کی تبدیلی اور اسلامی تعلیمات پر دعوت کے مددگاروں کی ایسی تربیت ہے کہ جس کے ذریعہ وہ ان تعلیمات کی پابندی کی فکر وعمل میں دوسروں کے لیے نمونہ ومثال بن جائیں... جس اسلام پر اخوان کا یقین وایمان ہے اس کے ارکان میں ایک اہم رکن حکومت بھی ہے، جو تنفیذ پر بھی اسی طرح اعتماد کرتی ہے جس طرح کہ رہنمائی پر اعتماد کرتی ہے۔ تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ حکومت واقتدار کے ذریعہ ان برائیوں پر روک لگاتا ہے جو قرآن کے ذریعہ نہ رک سکیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کو اسلام کا ایک مضبوط دستہ قرار دیا ہے، اسی لیے ہماری فقہی کتابوں میں حکومت کا باب عقائد اور اصولی معاملات میں شمار ہوتا ہے، نہ کہ فروعی مسائل میں، اس لحاظ سے اسلام حکومت اور تنفیذ پر بالکل اسی طرح مشتمل ہے جس طرح وہ تشریع وتعلیم اور قانون وقضاء کو شامل ہے، ان میں سے کوئی چیز

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتی.... اس لیے اگر کوئی اسلامی مصلح اپنے لیے یہ پسند کرلے کہ وہ صرف فقیہ و مرشد بنا رہے، احکام بتاتا رہے، تعلیمات سناتا رہے، اصول و فروع کی بحثوں کو دہراتا رہے اور اہلِ اقتدار اور اصحاب تنفیذ کے لیے یہ بات چھوڑ دے کہ وہ امّت کے لیے ایسے قوانین بناتے رہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے اور تنفیذی قوت کے بَل پر اللہ کے احکام کی مخالفت پر لوگوں کو آمادہ کرتے رہیں، تو ظاہر ہے کہ ایسے مصلح کی آواز عربی مثل کے مطابق وادی میں پکار، اور راکھ میں پھونک کی طرح بے سود ہوگی....

... وعظ و ارشاد کے مقام و مرتبہ پر مصلحین کی قناعت کی بات اس وقت تو قابلِ فہم ہو سکتی ہے جبکہ اہلِ اقتدار و تنفیذ کے رویہ سے یہ معلوم ہو کہ ان تک اللہ کی آیات اور احادیث نبوی کی بات پہنچ سکتی ہے، وہ اللہ کے احکام کو توجہ سے سنتے ہیں اور ان کی تنفیذ کرتے ہیں، لیکن فی الوقت جو حالت ہم دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین ایک طرف بے دخل ہیں اور عملاً دوسری طرف غیر اسلامی قوانین نافذ ہیں... ایسی صورت میں اسلامی مصلحین کی شریعت کے نفاذ کے مطالبہ سے خاموشی اور حکومت سے کنارہ کشی ناقابلِ معافی جرم ہے، جس کے کفّارہ کی اس کے علاوہ کوئی شکل نہیں ہے کہ اٹھ کر ان لوگوں کے ہاتھوں سے قوتِ تنفیذ چھین لی جائے جو دینِ حنیف اسلام کے احکام کو نہیں مانتے۔

یہ واضح و مسلم بات ہے، ہم نے اس کو اپنی طرف سے گڑھ نہیں لیا ہے، ہم نے تو صرف اسلامی احکام کو بتایا ہے، اس لیے اخوان (ابتدائی مرحلہ سے ہی) اپنے لیے حکومت و اقتدار نہیں مانگتے، اگر امّت میں کوئی اس ذمہ داری کو اٹھانے، اس امانت کو ادا کرنے اور اسلامی قرآنی منہاج پر حکومت قائم کرنے کے لیے تیار ہو تو وہ اس کے انصار و مددگار اور سپاہی ثابت ہوں گے، لیکن اگر اس کام کے لیے میدان میں کوئی موجود نہ ہوا تو حکومت اخوان کے منہاج میں شامل ہے اور وہ ہر اس حکومت کے ہاتھوں سے اقتدار نکالنے کی کوشش کریں گے جو اللہ کے اوامر و احکام کی تنفیذ نہ کرے....

جنگ عظیم دوم (۳۹ - ۱۹۴۵ء) سے کچھ پہلے اپنے ایک اور رسالہ بین الامس والیوم میں بھی شیخ بنّا نے اخوان کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی تھی اور

اسلامی حکومت کا تصور واضح کرتے ہوئے سامراج سے آزادی کا بھی کھل کر ذکر کیا تھا:

اے اخوان!

ہم کیا چاہتے ہیں؟
کیا ہم مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہیں جو زائل ہونے والا سایہ ہے؟
کیا عزت و جاہ کی وسعت چاہتے ہیں جو آنے جانے والی حالت ہے؟
یا زمین میں جبروت (قوت و اقتدار) چاہتے ہیں؟ اس بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ:۔

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط (الاعراف: ۱۲۸)	بیشک زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔

نیز ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قول بھی پڑھتے ہیں کہ:۔

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ (القصص: ۸۳)	وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ بگاڑ، اور عاقبت متقی لوگوں کے لیے ہے۔

اللہ گواہ ہے کہ ہم نے ان چیزوں میں سے کچھ نہیں چاہا، نہ ہم نے ان کے لیے کام کیا، نہ ہم نے ان کے لیے کام کیا، نہ ہم نے ان کی دعوت دی، لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہارے دو بنیادی مقصد ہیں:

۱۔ اسلامی وطن ہر غیر ملکی اقتدار سے آزاد ہو، اس لیے کہ یہ ہر انسان کا فطری حق ہے، اس کا انکار ظالم و جابر اور مستبد و مطلق العنان انسان کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔

۲۔ پھر اس آزاد وطن میں خود مختار اسلامی حکومت قائم ہو، جو اسلامی احکام کے تحت کام کرے، اس کے معاشرتی نظام کو نافذ کرے، اس کے صحیح اصولوں کا اعلان کرے اور اس کی حکیمانہ دعوت لوگوں تک پہنچائے۔ جب تک ایسی حکومت قائم نہ ہوگی اس وقت تک تمام مسلمان گناہگار اور اس کے قیام میں

کوتاہی اور اس کے برپا کرنے میں تساہلی پر اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے ۔
آج کے پریشان کن حالات میں یہ بات انسانیت کے ساتھ بھی ناانصافی کی ہے کہ ایسی حکومت تو قائم ہو اور برقرار رہے جو ظالمانہ اصولوں کا نعرہ دیتی ہے اور غاصبانہ تحریکوں کی پکار لگاتی ہے، مگر لوگوں میں کوئی بھی ایسا فرد اور جماعت موجود نہ ہو جو حق و عدل اور امن و امان کے لیے کام کرے ۔

عام وسائل

الرسالة العامة للجماعة میں شیخ بنا نے اخوان کے مقاصد کے حصول کے لیے عام وسائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

ہم ان مقاصد کو کیسے حاصل کریں ؟

....صرف تقریریں وتحریریں، اسباق و مذاکرات، مرض کی تشخیص اور علاج کی تجویز بے سود ہیں، ان سے نہ مقصد حاصل ہوتا ہے، نہ داعی کسی غرض و غایت تک پہنچ پاتے ہیں، بلکہ تمام تحریکوں کے وسائل ہوتے ہیں جن کو اختیار کرنا اور ان کے لیے کام کرنا پڑتا ہے، یہ عام وسائل جن میں تغیر وتبدیلی بھی نہیں ہوتی وہ یہ ہیں :

۱ ۔ پختہ ایمان ویقین ۔
۲ ۔ باریک بینی سے مرتبہ تشکیل وتکوین
۳ ۔ مسلسل جدوجہد

اے اخوان ! یہی تمہارے وسائل بھی ہیں، اس لیے اپنے افکار وخیالات پر ایمان ویقین رکھو، ان پر متحد رہو، ان کے لیے کام کرو اور ان پر جمے رہو ۔

بہت سے لوگ کہیں گے کہ ان وسائل کی حیثیت کیا ہے ؟ متعدد مفاسد کے علاج میں یہ کیسے فائدہ مند ہوں گے ؟ سود کی بنیاد کے بغیر معاشیات کا نظام کیسے چلاؤ گے ؟ عورت کے مسئلہ میں کیا رویہ اختیار کروگے ؟ طاقت کے بغیر اپنے حقوق کیسے حاصل کروگے ؟ ....

اے اخوان ! اچھی طرح جان لو کہ شیطان ہر مصلح کے خیالات میں وسوسے پیدا کرتا ہے :-

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (الحج : ۵۲)

پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کے وسوسے اور اپنی آیات مستحکم کر دیتا ہے، اور اللہ سب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ان معترضین کو بتاؤ کہ تاریخ جن گذشتہ اور موجودہ اقوام کے حالات بیان کرتی ہے ان میں عبرت و نصیحت کے پہلو موجود ہیں اور ان سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو امت زندگی کا عزم مصمم کر لے وہ فنا نہیں ہوتی۔

مشکلات اور رکاوٹیں

دعوتی تحریکوں کے آتار چڑھاؤ کے بارے میں سنت اللہ کے ادراک و بصیرت کی روشنی میں شیخ بنّاؒ نے اخوان کے مددگار مردانِ کار کو اس دعوت کے راستہ میں پیش آنے والی مشکلات و پریشانیوں کا ذکر 'العقبات فی طریقنا' کے تحت بہت صفائی سے کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

آپ کو یہ بات صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو ابھی تک آپ کی دعوت کی بابت پوری خبر نہیں ہے، جس دن ان کو اس کا علم اور اس کے اغراض و مقاصد کا ادراک ہوگا اس دن ان کی طرف سے سخت دشمنی اور سنگدلانہ معاملہ سے تمہارا واسطہ پڑے گا اور تم کو بہت سی مشکلات اور رکاوٹیں پیش آئیں گی، صرف اس وقت تم حقیقی معنی میں اہل دعوت کی صبر آزما راہ پر گامزن ہونے کی ابتدا کرو گے..... ابھی تک تو تم غیر معروف ہو، دعوت کے تمہیدی کام میں لگے ہوئے ہو اور جدوجہد اور جہاد کی مطلوبہ تیاری کر رہے ہو۔ حقیقتِ اسلام سے عوام کی بے خبری تمہارے راستہ کی رکاوٹ بنے گی... اہل دین اور سرکاری علماء میں ایسے افراد ملیں گے جو تمہاری فہم دین پر تعجب کا اظہار کریں گے اور اس کی راہ میں تمہارے جہاد پر نکیر کریں گے.... حکومتوں کے سربراہ و رہنما اور اہلِ جاہ و اقتدار تمہارے ساتھ بغض و حسد کا معاملہ کریں گے.... تمام حکومتیں تمہارے خلاف یکساں اٹھ کھڑی ہوں گی اور ہر حکومت تمہاری سرگرمیوں پر پابندی لگانے اور تمہارے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کرے گی۔[۲۱۰]

غاصب تمہارے مقابلہ اور تمہاری دعوت کے نور کو بجھانے کے لیے ہر ہتھکنڈہ استعمال کریں گے، اس مقابلہ میں وہ کمزور اور اخلاق سے عاری حکومتوں کے سامنے مدد کے لیے دستِ سوال دراز کریں گے اور تمہاری طرف ظلم و زیادتی اور بدسلوکی کا ہاتھ بڑھائیں گے .... یہ سب مل کر تمہاری دعوت کے خلاف شکوک وشبہات کا غبار اڑائیں گے اور ظالمانہ الزامات لگائیں گے، حکومت واقتدار، مال دولت اور اثر ورسوخ کے بل بوتہ پر اس دعوت پر ہر عیب چسپاں کریں گے اور لوگوں کے سامنے اس کو بدترین شکل وصورت میں پیش کریں گے :۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (الصف: ۸)

وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کفار اس کو ناپسند کریں۔

اس وقت تم تجربہ اور امتحان وآزمائش کے دور میں داخل ہوگے، قید وبند سے پالا پڑے گا، بے گھر بے در کیے جاؤ گے، تمہارے ادارے ضبط کیے جائیں گے، کام معطل ہوں گے، گھروں کی خانہ تلاشی ہوگی، اور اس ابتلا وآزمائش کی مدت طویل بھی ہوسکتی ہے :

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ (العنکبوت: ۲)

کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔

لیکن اس امتحان وآزمائش کے بعد اللہ نے مجاہدین کی مدد اور اچھے کام کرنے والوں سے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ

اے لوگو! کیا میں تم کو ایسی تجارت کے بارے میں بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلادے؟ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝ (الصف: ۱۰-۱۴)

راہ میں اپنی جان و مال خرچ کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو، اس صورت میں وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور ایسی جنت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان میں اچھے گھر ہوں گے، یہی بڑی کامیابی ہے، اور تمہاری دوسری پسندیدہ چیز اللہ کی مدد اور جلدی حاصل ہونے والی فتح ہے، مومنین کو یہ خوشخبری سنا دیجئے، اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسے کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حوارین سے کہا تھا: اللہ کے لیے کون میرا مددگار بنتا ہے؟ حوارین نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے نے کفر اختیار کیا، تو ہم نے ایمان لانے والوں کی تائید کی اور وہ غالب ہوئے۔

سنت اللہ کی اس تفصیلی روداد کے معلوم ہونے کے بعد بھی کیا تم کو اللہ کے انصار بننے پر اصرار ہے؟

عملی سیاست میں حصہ لینے کا اقدام

اخوان کی تشکیل کا ابتدائی دس سالہ مرحلہ تحریک کے تعارف اور اس کے کارکنوں کی تربیت کا کامیاب تجربہ تھا، اس عرصہ میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی فکر عام ہوئی، سامراجی طاقت برطانیہ اور اس کی سرپرستی کی محتاج کٹھ پتلی بدعنوان حکومتوں کی بداعمالیوں کے خلاف بیزاری پھیلی، زوال پذیر معاشرہ کے فرسودہ رسوم ورواج

کی اصلاح کی فکر پیدا ہوئی اور جوشیلے، جذباتی نوجوان عملی اقدام کے لیے بیتابی سے اپنے مرشد و رہنما کی طرف پُر امید نظروں سے دیکھنے لگے، غالباً اسی ماحول میں شیخ بناء نے 'خطوطنا الثانیۃ' کے عنوان سے ایک اخوانی ماہنامہ النذیر (ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/ مئی ۱۹۳۸ء) کے اداریہ میں اپنی جماعت کے عملی میدانِ سیاست میں اترنے کا اعلان کرتے ہوئے لکھا:

> لوگ پوچھتے ہیں کہ تمہارا اگلا قدم کیا ہے؟
>
> عوام سے گذر کر ہم عنقریب خواص کو دعوتِ خیر پیش کرنے کے مرحلہ کی طرف منتقل ہوں گے اور قولی دعوت کو عملی جد و جہد سے ملائیں گے، عنقریب ہم اپنی دعوت کے ذمہ دار زعماء و قائدین، حکام و وزراء، عوامی نمائندوں اور ارکان پارلیمنٹ کے سامنے پیش کریں گے، ان کو اپنے مناہج کی دعوت دیں گے، ان کے ہاتھوں میں اپنا پروگرام رکھیں گے اور ان سے بغیر خوف و خطر اور ابہام و غموض وضاحت کے ساتھ مطالبہ کریں گے کہ اسلامی ممالک کے سرخیل اِس ملکِ مصر کو اسلام کے راستے پر چلائیں، اس لیے کہ اب وقت میں رواداری اور خاطر مدارات کی گنجائش نہیں ہے .... اگر انھوں نے ہماری دعوت قبول کی اور منزلِ مقصود کی طرف چلے تو ہم ان کی مدد و تائید کریں گے، اور اگر انھوں نے کمزور بہانوں کا سہارا لیتے ہوئے آنا کانی کی تو ہم ہر اُس جماعت و رہنما کے خلاف جنگ کریں گے جو اسلام کی مدد نہ کرے اور اس کی عزت و حکومت کی بحالی کے راستہ پر نہ چلے، ان کے خلاف ہمارے اِس اعلان جنگ میں اُس وقت تک کوئی مفاہمت، مصالحت اور قرار و سکون نہ ہوگا جب تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان حق کا فیصلہ نہ کردے۔
>
> رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ (الاعراف: ۸۹)
>
> اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے! وہی سب سے بہتر فتح نصیب فرمانے والا ہے۔

اقدام کے اس مرحلہ میں اگر انھوں نے تمہاری دعوت کو قبول نہ کیا، اسلامی تعلیمات

کو اپنی راہِ عمل کا منہاج نہ بنایا اور ان کے لیے کام نہ کیا تو تم ان سب سے جو کہ حکومت کے اندر ہیں یا اس سے باہر سخت ترین عداوت مول لو گے .... اگر انھوں نے اللہ کے داعی کی پکار سنی اور تمہارے ساتھ کام کیا تو وہ سب تم سے مل کر ایک مستحکم وحدت میں ضم ہو جائیں گے اور مضبوط و متعاون جماعت بن جائیں گے، اُس وقت وہ متحد ہوں گے، بکھریں گے نہیں، تبادلۂ افکار خیالات کریں گے، تنقید نہیں کریں گے، اس واضح مثبت موقف میں تردد نہ ہوگا، نہ وہ بغض و محبت کے درمیان جھولے گا....

سیاست میں دخل دے کر نہ ہم اپنے لائحہ عمل کی مخالفت کریں گے، نہ اپنے راستہ سے انحراف کریں گے، نہ اپنا مسلک بدلیں گے جیسا کہ ناواقف لوگ کہتے ہیں، بلکہ ہم اس کے ذریعہ اپنے اسلامی طریقہ، محمدی لائحہ عمل اور قرآنی منہج کے دوسرے مرحلہ میں داخل ہوں گے، اس بات میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے کہ اسلام میں سیاست دین کا جزء ہے اور وہ حاکم و محکوم سب کو شامل ہے، اس لیے کہ اسلامی تعلیمات میں یہ نہیں ہے کہ قیصر کا حصہ قیصر کو دو اور اللہ کا اللہ کو، بلکہ ان میں تو یہ ہے کہ قیصر اور جو کچھ اس کے قبضہ و اختیار میں ہے وہ سب ایک زبردست طاقت والے اللہ کا ہے۔

اے اخوان! تمہارے جریدہ کے پہلے شمارہ کے صفحات پر میں اس (دوسرے) قدم کا اعلان کر رہا ہوں اور قولی دعوت کے بعد عملی جہاد کی طرف بلاتا ہوں وہ جہاد جس میں قیمت چکانا پڑے گی اور قربانیاں دینی ہوں گی، اللہ اور اسلام کی راہ میں تمہارے اس جہاد کے نتیجہ میں ملازمین ظلم و ستم بلکہ اس سے بھی زیادہ بھیانک آزار کا نشانہ بنیں گے .... آزاد شہری چھیڑ چھاڑ بلکہ اس سے بھی زیادہ سنگین دقتوں کا شکار ہوں گے ....خوش حال لوگ قید و بند بلکہ اس سے بھی زیادہ دشوار مشکلات سے گذریں گے:۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ	یقیناً تم اپنی جانوں اور مالوں میں
وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ	آزمائے جاؤ گے اور اہل کتاب و
مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا	مشرکین سے بہت بدکلامی سنو گے،

أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران: ۱۸۶)

لیکن اگر تم نے صبر و تقویٰ اختیار کیا تو یہ بڑی ہمت کی بات ہوگی۔

اب آزمائش کے اس آئندہ مرحلہ میں جو ہمارا ساتھ دینا چاہیے وہ تیار ہو جائے اور کمر کس لے، اور اخوان کی جس شاخ یا فرد کے حالات اس کی کمر توڑ دیں اور جہاد کی مشقتیں اس کو ناقابلِ برداشت معلوم ہوں تو وہ ہماری صف سے تھوڑا دور ہو جائے اور اللہ کے قافلہ کو چلنے دے... پھر ان شاء اللہ سب ہم سے فتح کے میدان میں ملیں گے۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۚ (الحج: ۴۰)

اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے، بیشک اللہ زبردست طاقت والا ہے۔

اور میں تو تم سے وہی بات کہوں گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی:

فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (ابراہیم: ۳۶)

پس جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

سامراج کے زیرِ انتداب فلسطین کو صہیونی عزائم سے بچانے کے لیے اگرچہ اخوان ۱۹۳۶ء کی فلسطین اسٹرائک میں مادی و معنوی تائید کے ذریعہ سرگرم حصہ لے چکے تھے، لیکن ملکی سیاست میں باقاعدہ داخلہ سامراج اور اس کے زیردست مقامی کمزور حکومتوں سے مزاحمت کے ذریعہ مذکورہ اخوانی کانفرنس ۱۹۳۸ء کے بعد شروع ہوا، اس اقدام کے سود و زیاں سے یہاں بحث نہیں، اس لیے کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا عمومی اندازہ تو خود شیخ بنّا کو بھی تھا جیسا کہ اقتباس بالا سے واضح ہے، نیز عرصہ سے اس موضوع پر مخالف و موافق نقطۂ نظر سامنے آتے رہتے ہیں لیکن لامتناہی واقعات کے تسلسل سے یہ بات عیاں ہے کہ ابتلا و آزمائش کا تلخ ترین المناک دور نہ صرف اخوان بلکہ اسلام کے تمام نام لیواؤں کے لیے اس سے بہت زیادہ طول کھینچ گیا جتنا کسی بھی اصلاحی تحریک کے مثبت نتائج کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ حکومت و اقتدار کی اصلاح تو الگ رہی خود معاشرہ کی دینی اصلاح، فرسودہ

رسوم و رواج سے آزادی اور مغربی تہذیبی افکار اور اس کے گھناؤنے اعمال سے نجات لاینحل مسئلہ بن گیا اور دینی و لادینی کی خلیج اس سے کہیں زیادہ وسیع و عمیق ہو گئی جتنی کہ اخوان اور اس جیسی دیگر اصلاحی تحریکوں کے ظہور کے وقت تھی۔ اسلامی ممالک سے سامراج کا منحوس وجود اگرچہ زمانہ ہوا اٹھ چکا لیکن نام نہاد آزاد مسلم حکومتوں اور معاشروں پر اس کے ناپاک اثرات کی ہلاکت خیز جکڑ بندیاں اس سے بدرجہا زیادہ مستحکم اور قوی ہو گئیں جن کا ابتدا میں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ بہرحال اخوان کے سیاست میں داخلہ کے اعلان کے بعد کے واقعات کا تسلسل درج ذیل ہے۔

اس اعلان کے بعد ملک میں ایک نیا جوش و خروش پیدا ہوا اور مصر میں اخوان کا حلقۂ اثر بہت تیزی سے پھیلنے لگا اور وہ ایک طرح کی عوامی جماعت بن گئی جس کا وزن انگریز سفارت کاروں اور مصری حکام و سیاسی جماعتوں نے اچھی طرح محسوس کیا اور ہر ایک اپنے اپنے طریقہ سے اس کو رام کرنے، استعمال کرنے یا صفایا کرنے کی تدابیر میں لگ گیا، مصر میں یہ قلیل المدت، کمزور، اتحادی حکومتوں کے اقتدار کا دور تھا، ان کو مصر کی قسمت پر مسلط انگریزی سامراج اور چاپلوس شاہی درباریوں کی روز روز کی رخنہ اندازیوں سے اپنے آپ کو بچانے ہی سے فرصت نہ تھی کہ وہ ایک نئی ابھرتی ہوئی اسلامی طاقت کے دینی و سیاسی اصلاحی مطالبات پر کان دھرتے، دوسری طرف انگریزوں نے اپنی دوربینی سے اس نوخیز اسلامی رجحان اور وقت کی عاجز و بے بس حکومتوں کے درمیان ٹکراؤ کو ہوا دی اور ان کو مسلسل اخوان کے دبانے کے لیے وہ اپنی جان بچانے کے لیے برضا و رغبت استعمال ہوتی رہیں۔

اخوان کے سیاست میں داخلہ کے مذکورہ اعلان کے تھوڑے ہی دن کے بعد جنگ عظیم دوم (۳۹ - ۱۹۴۵ء) شروع ہو گئی۔ مشرق اوسط میں مصر انگریزوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا، لیکن شاہ فاروق (۳۶ - ۱۹۵۲ء) اور وزیراعظم علی ماہر (۳۹ - ۱۹۴۰ء) دونوں مصر کو جنگ سے دور رکھنے پر متحد تھے، عوامی رجحان انگریزوں کے خلاف تھا ہی، آخر کار علی ماہر کو اپنی وزارت کی قربانی دے کر اس جسارت کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ان کی جگہ حسن صبری (۲۴ جون - ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء) نے وزارت تشکیل دے کر توازن قائم رکھنے کی کوشش کی، لیکن بدقسمتی سے وہ چھ ماہ کے اندر ہی پارلیمنٹ

میں بیان پڑھتے ہوئے وفات پاگئے۔ اس کے بعد مصر میں ان ملی جلی حکومتوں کا دور شروع ہوا جن کی سربراہی بیشتر ان سعدی رہنماؤں کے حصہ میں آئی جو ۱۹۳۷ء میں وفد پارٹی سے نکلے تھے اور ان ہی کمزور حکومتوں کے ہاتھوں برطانوی سامراج نے اخوان کو بار بار آزمائشوں میں مبتلا کیا جن میں سے ہر ایک پہلی سے سخت تر تھی۔

پہلی آزمائش

حسین سری (۱۵ر نومبر ۱۹۴۰ء - ۲ر فروری ۱۹۴۲ء) کی آزاد حکومت کے دوران جنگ عظیم دوم کے اثرات مصری سیاست و معیشت پر پوری طرح نمایاں ہو چکے تھے، لیبیا کی طرف سے مصر پر محوری ممالک کی پیش قدمیاں شروع ہو چکی تھی، معاشرہ میں انتشار اور ملک کی معاشی حالت دگرگوں تھی، انگریزوں کے خلاف عوامی نفرت کھل کر سامنے آچکی تھی جس میں اخوان بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے، انھوں نے بھی سامراجی تسلّط سے ملکی آزادی کے لیے ایک عوامی جلسہ منعقد کیا، اور انگریز سفارت کاروں کی مرضی کے مطابق حسین سری کی حکومت نے اس کو بہانہ بنا کر اخوان کے خلاف محاذ کھول دیا، اس کے اخبارات و رسائل (التعارف، الشوریٰ، المنار) ضبط ہوئے، پریس بند ہوا، شیخ بناء کی تحریروں کی اشاعت پر پابندی لگی، اخوان کے جلسے جلوس خلافِ قانون ٹھہرے، ملکی صحافت میں ان سے متعلق خبروں، بیانات اور تحریروں کا بلیک آؤٹ ہوا، ۲۰ر مئی ۱۹۴۱ء کو شیخ بناء کا صعید کے دور ترین کودہ علاقہ اور سکریٹری جنرل کا دمیاط تبادلہ ہوا، پارلیمنٹ کے دباؤ میں تبادلہ منسوخ ہونے کے بعد قاہرہ واپس ہوئے تو اکتوبر ۱۹۴۱ء میں قید کر لیے گئے، پھر اخوان نے مسجدوں میں دھرنا دینے کی دھمکی دی تو ایک ماہ بعد رہا ہوئے۔ بہر حال ان ظالمانہ کارروائیوں سے بھی اخوان کو فائدہ ہی پہنچا اس لیے کہ ایک طرف عوام میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور نئے مددگار کارکن ملے، تو دوسری طرف ان کو راہِ خدا میں مشکلات و مشقتیں برداشت کرنے کا پہلا تجربہ ہوا، آئندہ کی دشواریاں سامنے آئیں اور ان کا عزم و حوصلہ بڑھا، نیز ملکی امور میں سامراجی مداخلت اور اخوان کے خلاف قومی حکومتوں کو ورغلانے اور ظالمانہ اقدامات پر مجبور کرنے کی پالیسی نے اخوانیوں میں انگریزوں کے

خلاف بیزاری اور عداوت مستحکم کردی۔

ادھر اخوانیوں کو بالواسطہ پریشان کرنے سے متوقع نتائج حاصل نہ ہونے پر انگریزی سفارت کاروں کو خیال ہوا کہ ان سے براہ راست روابط قائم کرکے ان کو ترغیب اور ترہیب کے معروف ہتھکنڈوں سے رام کریں، چنانچہ ۱۹۴۱ء کے اختتام سے یہ کوششیں بھی شروع ہوئیں، لیکن ظاہر ہے کہ شیخ بنّا ملکی وقومی مفادات کے خلاف کسی سودے بازی کے لیے تیار نہ ہوئے تو انگریز اپنی پرانی روش پر اتر آئے اور مقامی حکومتوں کو کھل کر اخوان کے خلاف استعمال کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مصر کی جانب محوری افواج کی پیش قدمی کی خوشی میں برطانیہ کے خلاف مظاہروں سے ملک کے در و دیوار گونج اٹھے، حسین سری کی حکومت نے شاہ فاروق کی مرضی کے خلاف سامراجی دباؤ میں استعفا دیا اور انگریز سنگینوں کے سایہ میں مصطفی نحاس (۴ فروری ۱۹۴۲ - ۸ اکتوبر ۱۹۴۴ء) جیسے وطن پرست لیڈر کی موفدی وزارت بنی تو مصر کے اندرونی امور میں سامراجی مداخلت کا پردہ طشت از بام ہوگیا، نئی حکومت کے استحکام کے لیے نحاس پاشا نے فوراً ہی مارچ ۱۹۴۲ء میں الیکشن کا اعلان کیا، اخوان اپنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۱ء میں ملکی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کرچکے تھے، نئے انتخابات میں اسماعیلیہ سے شیخ بنّا، کے حصہ لینے کی خبر مشہور ہوئی تو حکومت پر برطانوی سفارت کا دباؤ اس دھمکی کے ساتھ بڑھ گیا کہ شیخ کی نامزدگی ناجائز قرار دی جائے ورنہ مصر کی نام نہاد آزادی ختم کرکے پھر اس پر انگریز مکمل قبضہ کرلیں گے، نحاس پاشا نے مجبور ہوکر شیخ سے مدد طلب کی، درج ذیل مکالمہ سے اس زمانہ کی لاچار حکومتوں کی عاجزی اور بے بسی آشکارا ہوتی ہے۔

> نحاس پاشا: میرے فرزند! وطنی مفاد کے لیے میں نے وزارت بنائی تھی، کیا تم یہ پسند نہ کروگے کہ اسی مفاد کے لیے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو؟
> انگریز جنگ عظیم کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہیں اور انھوں نے مجھ سے صراحتاً یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم مجلس نمائندگان میں داخل نہ ہوسکو!
> شیخ بنا: جناب والا! یہ کیسی بات ہے؟ حق نامزدگی تو دستور کے سب سے معمولی حقوق میں شمار ہوتا ہے جس کی حفاظت کے لیے آپ مسلسل جدوجہد

کرتے رہے ہیں۔

نحاس پاشا: اے فرزند! دستور اپنی جگہ ہے اور موجودہ حالات چیزے دیگر ہست!

تم نامزدگی واپس لے لو، میں تمہاری جماعت کو پوری آزادی سے کام

جاری رکھنے کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس یقین دہانی پر شیخ نے اپنی نامزدگی اس شرط کے ساتھ واپس لے لی کہ اخوان کو معمول کے مطابق اس کی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دی جائے اور شراب خانوں و قحبہ خانوں کو بند کرنے کے لیے سرکاری کارروائیاں عمل میں لائی جائیں۔ وعدہ کے مطابق نحاس پاشا نے اخوان کو جلسے کرنے کی اجازت دے دی، ان کے جرائد و اخبارات پر سے پابندی اٹھالی اور ان کا مطبعہ واپس کردیا لیکن انگریز ظاہر ہے کہ اس مفاہمت سے مطمئن نہ تھے، وہ تو برادرانِ وطن کے ہاتھوں اس بڑھتے ہوئے اسلامی رجحان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کیے ہوئے تھے، ادھر جنگ کے دوران ہی انگریزوں سے مابعد جنگ فوراً وعدہ آزادی اور انخلا افواج کے معاملات طے کرلینے کے لیے تمام وطنی عناصر کا حکومت پر دباؤ تھا جن میں خواص بھی پیش پیش تھے۔

دوسری آزمائش

انگریزوں کو ایک بار پھر اخوان کو نشانہ بنانے کا موقع ملا اور انھوں نے حکومت کے ذریعہ اس کو پہلے سے سخت آزمائش میں مبتلا کرایا، اس مرتبہ جلسے جلوس، مطبوعات اور دیگر سرگرمیوں پر پابندی کے ساتھ اخوان کی تمام شاخوں کو بھی بند کردیا گیا، صرف اس کا مرکز عام بچا رہا، اخوان نے حالات کا رخ دیکھتے ہوئے صبر و سکون سے کام لیا اور حکومت سے تصادم کی انگریزی چال کامیاب نہ ہونے دی، حکومت بھی کسی طرح نرم و گرم پالیسی اختیار کرکے اپنی جان بچاتی رہی اور اخوان بھی زبانی و تحریری مشوروں و نصیحتوں پر اکتفا کرتے رہے، لیکن شیخ کو انگریزی سفارت اور اس کے جاسوسی شعبوں کی کھلی دشمنی سے یقین ہوگیا تھا کہ وہ ان کو قتل یا جلاوطن کرا کے دم لیں گے اس لیے انھوں نے ۱۹۴۳ء کے وسط میں اخوان کے نام ایک الوداعی خط لکھا، افسوس کہ وہ خط تادمِ تحریر ہم کو دستیاب نہ ہوسکا ورنہ اس کا ماحصل یہاں پیش کیا جاتا۔

بہرحال نحاس پاشا کی حکومت کے خلاف ایک طرف مخالف جماعتوں کے وطنی مورچہ کا دباؤ بڑھتا گیا اور دوسری طرف مصر پر محوری افواج کا خطرہ کم ہوتا گیا تو انگریز ان کی حکومت کے جاری رہنے یا نہ رہنے سے سرد مہری برتنے لگے، شاہ نے اس بے رخی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ۸ راکتوبر ۱۹۴۴ء کو اس حکومت کو معزول کر دیا، اس تبدیلی کو ظاہری مداخلت کے بغیر بآسانی برسرکار لانے کے لیے اس دن برطانوی سفیر بھی قاہرہ سے باہر چلے گئے تھے۔

تیسری آزمائش

احمد ماہر (۸ راکتوبر ۱۹۴۴ء- ۲۴ر فروری ۱۹۴۵ء) کی نئی سعدی حکومت برسر اقتدار آئی، اس نے اپنی اکثریت حاصل کرنے کے لیے جنوری ۱۹۴۵ء میں نئے الیکشن کرانا ضروری سمجھا، اخوان کے بارے میں اس کا موقف گذشتہ حکومتوں سے مختلف نہیں بلکہ ان سے زیادہ پر تشدد تھا، ڈھٹائی سے اس کا مظاہرہ انتخابات میں کیا گیا، برطانوی سفارت اور مصری حکومت دونوں شیخ بنّا، اور دیگر اخوانی رہنماؤں کو ہرانے کے لیے کھل کر میدان میں آگئے اور تمام جائز و ناجائز وسائل دھڑلے سے استعمال کیے، اس کے باوجود جن حلقوں میں شیخ اور ان کے ساتھی جیت رہے تھے وہاں دوبارہ بوگس ووٹنگ کے ذریعہ ان کو ہرایا، جس کی وجہ سے برطانوی سفارت اور حکومت سے اخوان کی شکایات میں مزید اضافہ ہوا اور تناؤ بڑھا۔

انگریزی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے اس حکومت کا دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ جنگ عظیم کے اختتام (یورپ میں مئی ۱۹۴۵ء اور مشرق بعید میں اگست ۱۹۴۵ء) کے قریب خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کے لیے اس نے ۲۴ر فروری ۱۹۴۵ء کو پارلیمنٹ میں مصر کے جنگ میں شریک ہونے کی تجویز، منظور کی، لیکن فوراً ہی اس کا خمیازہ وزیراعظم احمد ماہر کو اپنی جان دے کر چکانا پڑا، اس لیے کہ وطن پارٹی کے ایک نوجوان کارکن عیسوی نے ان کو پارلیمنٹ کی عمارت میں گھات لگا کر قتل کر دیا تھا۔

چوتھی آزمائش

محمود فہمی نقراشی (۲۴ر فروری ۱۹۴۵ء- ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء) ان کے جانشین مقرر

ہوئے، سابق سعدی حکومت کی طرح ان کی وزارت میں بھی لبرل اور مکرم عبید کے گروہ کے ارکان شامل تھے، انھوں نے ایک طرف محوری ممالک کے خلاف اعلان جنگ کا "فخر" ۲۶ر فروری ۱۹۴۵ء کو حاصل کیا اور دوسری طرف اپنے پیشرو کے قتل میں اخوان کے ملوّث ہونے کا تاثر دینے کے لیے شیخ بنّا، اخوان کے جنرل سکریٹری اور دیگر ارکان کو گرفتار کرلیا، بہانہ یہ بنایا گیا کہ تحقیقات کے دوران قاتل کا یہ خیال معلوم ہوا کہ اعلان جنگ سے پہلے حکومت کو جن ملکی رہنماؤں کی رائے لینا چاہیے تھی ان میں شیخ بنّا، کا نام بھی تھا، ظاہر ہے اس مضحکہ خیز دلیل پر یہ حضرات کب تک مقید رہتے، عدالت نے رہا کردیا، شیخ نے آزاد ہوتے ہی نقراشی سے ملنا چاہا، لیکن ملاقات کے بجائے انھوں نے اخوان کے اجتماعات اور دیگر سرگرمیوں پر سخت ترین پابندیاں عائد کردیں، سفر وحضر میں ان کا تعاقب کرایا اور جی بھر کر پریشان کیا۔

مابعد اختتام جنگ کے حالات کی روشنی میں اخوان کی عمومی جمعیت نے اپنے اجلاس منعقدہ ستمبر ۱۹۴۵ء میں اپنے بنیادی لائحہ عمل میں ضرورت کے مطابق ترمیمیں کیں، اس کے اغراض ومقاصد کو مزید واضح وجامع بنایا، متنوع معاشی کمپنیاں قائم کیں جن سے نہ صرف ان کو مادی فائدہ حاصل ہوا بلکہ مزدور طبقہ میں ان کا کام منظم ہوا، مئی ۱۹۴۶ء میں ان کا روزنامہ 'الاخوان المسلمون' شائع ہونا شروع ہوا تو ان کی آواز مصر سے باہر عرب ومسلم ممالک میں بھی پہنچنے لگی اور بیرونی ممالک میں بھی ان کا حلقۂ اثر پھیلنے لگا، اندرون وبیرون ملک شاخوں کی تربیت نو کر کے ان کے تنظیمی کام نئے عہدیداروں کے سپرد کئے۔ ہر شاخ کے صدر اور پھر مرشد عام سے بیعت کے ذریعہ عہد وپیمان کی تجدید ہوئی اور تنگی وآسانی میں اطاعت اور نظم وضبط برقرار رکھنے کی قسم کھائی گئی۔

اس دوران صرف مصر میں اخوان کے ارکان کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ چکی تھی، ہمدرد اور معاون اس سے کئی گنا زیادہ تھے، مصر میں اخوان کی شاخوں کی تعداد ایک ہزار اور سوڈان میں پچاس تھی، ان کے علاوہ عرب ومسلم ممالک میں بھی ان کی شاخیں تھیں، نیز یورپ وامریکہ میں بھی ان کے ہمنوا اور مددگار رکھتے، اس عوامی مقبولیت سے جہاں اخوان کے عزائم وحوصلے بلند ہو رہے تھے وہیں

حکومت، مفاد پرست سیاسی جماعتوں اور انگریز سفارت کاروں کی مخالفت تمام حدود سے تجاوز کر چکی تھی، اس لیے کہ اخوان کی طاقت اور شیخ بنّاؒ کی عوامی قیادت سے ہر ایک کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔

بہر حال جنگ کے خاتمہ کے بعد دیگر برطانوی نو آبادیات کی طرح مصر میں بھی ۱۹۳۶ء کے معاہدہ کی منسوخی، مکمل آزادی اور غیر ملکی افواج کی واپسی کے مطالبات کی جدوجہد زور پکڑ چکی تھی، شیخ بنّاء نے ایک بار پھر نقراشی سے ملاقات کی کوشش کی، اس مرتبہ باریابی نصیب ہوئی تو وطنی آزادی اور وادیٔ نیل کی وحدت کے لیے قدم اٹھانے کا مطالبہ پیش کیا، اور اگر انگریز اس جائز مطالبہ کو تسلیم نہ کریں تو ان کے خلاف جہاد کی پیشوائی کا ان کو مشورہ دیا جس میں پوری امت ان کے ساتھ ہوگی، نقراشی نے وطنی مطالبات کی جو یادداشت برطانیہ کو پیش کی اس کا جواب توقع کے مطابق قومی امنگوں کے خلاف اور بات چیت کو ٹال دینے والا تھا، ۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو جیسے ہی وہ شائع ہوا ملک میں احتجاج اور مظاہروں کا طوفان کھڑا ہو گیا، مظاہرین میں اخوان بھی شامل تھے، یہاں تک کہ طلباء کے ایک بڑے ہجوم کا کوبری (پل) عباس پر پولیس سے سخت تصادم ہوا، گولی لگنے اور نیل میں غرق ہونے سے بہت سی جانیں تلف ہوئیں اور لاتعداد زخمی ہوئے، اس حادثہ کے خلاف احتجاج میں چار وزراء نے ۴ر فروری ۱۹۴۶ء کو استعفیٰ دے دیا اور ۱۵ر فروری کو یہ بحران نقراشی کی وزارت کو اپنے ساتھ بہالے گیا۔

اسماعیل صدقی (۱۷ر فروری - ۸ر دسمبر ۱۹۴۶ء) کی آزاد حکومت بنی جس میں لبرل ارکان بھی شامل تھے۔ مذکورہ بالا مظاہروں کا سلسلہ جاری تھا، طلباء اور مزدور تنظیموں نے ۲۱ر فروری کو "یوم انخلاء بیرونی افواج" منایا، برطانوی افواج مقیم قاہرہ سے تصادم میں مزید جانی نقصان ہوا تو اس کی یاد میں ۴ر مارچ کو پورے ملک میں "یوم شہداء" کا اعلان ہوا، اس دن پولیس اور برطانوی افواج سے تصادم میں صرف اسکندریہ میں اٹھائیس طلباء کی شہادت ہوئی، قابو سے باہر انتشاری حالات کا رخ موڑنے کے لیے برطانیہ نے فوراً لارڈ کیلرن کی جگہ سر رونالڈ کیمبل کو نیا سفیر مقرر کیا اور ۹ر مئی سے مذاکرات شروع ہوئے جو اگرچہ جولائی میں ناکام ہو گئے، لیکن اس دوران

یہ فائدہ ہوا کہ برطانوی افواج نے قاہرہ و اسکندریہ سے نہر سوئز اور اسماعیلیہ وغیرہ کی طرف کوچ کی کارروائی شروع کر دی جو آئندہ سال نئی حکومت کے دور میں مکمل ہوئی اور ان علاقوں میں انگریزوں کے زیرِ استعمال فوجی اڈے، ہوائی پٹیاں اور کیمپ وغیرہ پر مارچ ۱۹۴۷ء میں مصری قبضہ ہو گیا۔ شیخ بنا نے پہلے تمام جماعتوں کی متحدہ قومی کمیٹی تشکیل دینے کی کوشش کی، اس میں تعاون نہ ملا تو حکومت کو انگریزوں سے مذاکرات منقطع کر کے کھلے جہاد کا اعلان کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن پھر اکتوبر میں لندن میں صدقی بیفن مذاکرات شروع ہوئے، جن میں وادئ نیل کی وحدت کے مطالبہ کو نظر انداز کر کے ۱۸۹۹ء کے معاہدہ کے مطابق سوڈان پر مصری۔ برطانوی سیادت کا اعادہ کیا گیا، جس سے خود مصری سرکاری وفد ہی کے کئی ارکان نے اتفاق نہ کیا، اندرونِ ملک طلبا نے نومبر میں وطنی مورچہ برائے وحدت نیل بنایا اور احتجاج و مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا، مظاہرین کی طرف سے قاہرہ اسکندریہ میں ہلکے ہتھیار اور دستی بم وغیرہ کا بھی استعمال ہوا۔

پانچویں آزمائش

اخوان حکومت کی زد پر تھے ہی، دیگر مخالفین کے ساتھ ان کی سرکوبی کا ایک اور موقع حکومت کے ہاتھ آیا، گھروں کا محاصرہ اور تلاشی، قید و بند، ملازمین کے تبادلے اور معطلی، جرائد کی ضبطی، جنرل سکرٹری کے ساتھ دیگر اخوانیوں کی گرفتاری کا لامتناہی سلسلہ قائم تھا کہ ۸؍ دسمبر کو یہ وزارت بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

محمود فہمی نقراشی (۹؍ دسمبر ۱۹۴۶ء - ۲۸؍ دسمبر ۱۹۴۸ء) نے دوبارہ سعدی وزارت تشکیل دی، جس میں لبرل ممبران بھی شامل تھے۔ شیخ بنا نے پہلے ہی دن ایک مقالہ میں نئی حکومت کو مشورہ دیا کہ امت کے عزم و ارادہ کا احترام کرتے ہوئے برطانیہ سے بے سود مذاکرات کا سلسلہ ختم کر کے جہاد کا راستہ اختیار کرے، پھر مسلسل حکومت پر تنقید کا سلسلہ جاری رکھا اور شکایت کی کہ اس نے اخوان سے جنگ شروع کر کے اس کے مدارس اور دیگر اداروں کو بند کر دیا ہے اور قید و بند اور تعاقب کے ذریعہ ان پر زندگی حرام کر دی ہے۔ اخوانی صحافت بھی زور شور سے حکومت پر غیر ملکیوں

کے ساتھ نرمی برتنے، بیرونی کمپنیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے اور بے روزگاری کے مسئلہ کو حل نہ کرنے وغیرہ کے الزامات عائد کررہی تھی۔ ۱۹ر جنوری ۱۹۴۷ء کو سوڈان پر مصر و برطانیہ کی مشترکہ سیادت کے معاہدہ ۱۸۹۹ء کی برسی کو طلباء نے "یوم ماتم" کے طور پر منایا اور وادیٔ نیل کی وحدت کا مطالبہ کیا، پھر ۶ر مئی ۱۹۴۷ء کو شاہ فاروق کی تاجپوشی کی برسی پر میٹرو سنیما قاہرہ میں بم کا دھماکہ ہوا۔

نقراشی نے اندرونی انتشار پر قابو پانے کے لیے اور برطانیہ کی لیت ولعل سے عاجز آکر مصر و سوڈان کی آزادی و وحدت کے مسئلہ کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا، اخوان نے نہ صرف اس کا خیر مقدم کیا بلکہ تعاون کے طور پر ۲۶ر جولائی کو ایک وفد نیویارک بھیجا، اگست میں یہ مسئلہ سیکورٹی کونسل میں پیش ہوا، اخوانی وفد کے سربراہ مصطفیٰ مؤمن نے زائرین کی گیلری سے خطاب کرتے ہوئے مصر کی آزادی، غیر ملکی افواج کے مکمل انخلاء اور وادیٔ نیل کی وحدت کے مطالبات پر مشتمل وہ دستاویز پیش کی جس پر مصری دانشگاہوں کے طلباء کے دستخط ثبت تھے، کونسل کی کارروائی میں رخنہ ڈالنے کے الزام میں ان کو اس سے باہر نکال دیا گیا، تو انھوں نے نیویارک میں مقیم مصریوں کو ساتھ لے کر مصری مطالبات کے حق میں اقوام متحدہ کے باہر مظاہرہ کیا۔ بہرحال ایک ماہ میں واضح ہوگیا کہ کونسل کی وساطت کی کوشش بھی بے سود تھی، بے معنی لفظی الٹ پھیر کے باوجود برطانیہ نہ صرف اپنے موقف پر ڈٹا رہا بلکہ ایک سوچے سمجھے شرارتی منصوبہ کے تحت اس نے سوڈان میں مصر سے علیحدگی کی خود ساختہ تحریک کی ڈھٹائی کے ساتھ ہمت افزائی و سرپرستی شروع کردی اور آخر اس کو الگ کر کے دم لیا۔

آزادی کا معرکہ پورے شباب پر تھا کہ اقوام متحدہ (قائم شدہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء) کے مؤسس ممبر مصر کی مخالفت کے باوجود ۲۹ مئی ۱۹۴۷ء کو وہاں سے تقسیم فلسطین کی ظالمانہ قرارداد جاری ہوئی اور عربوں کے سامنے ایک اور محاذ جنگ قائم ہوگیا جس کی دلدل سے آج تک عرب باہر نہ نکل سکے۔

فلسطین پر برطانوی انتداب کے خاتمہ کے ساتھ ۱۵ر مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کی صہیونی ریاست کے قیام کا اعلان ہوا اور پہلی عرب۔ اسرائیل جنگ چھڑ گئی، اخوان

بھی اس دوران میں جہاد کی تیاری کر چکے تھے۔ انھوں نے شیخ فرغلی کی امارت میں عرب لیگ (قائم شدہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء) کے ماتحت افواج کے شانہ بشانہ اس جنگ میں اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سر دھڑ کی بازی لگا دی، انھوں نے فالوجا میں مصری فوج کے خلاف صہیونی حصار کو توڑا، نقب کے اول معرکہ کفار دیر وم میں بہادری کے جوہر دکھائے، خلیل و بیت لحم کا مردانہ وار دفاع کیا... سیکورٹی کونسل کی بار بار مداخلت سے یہ پہلی نام نہاد جنگ یا جھڑپیں مختصر ثابت ہوئیں اور ۲۲ مئی، ۱۱ جون، ۱۵ جولائی، ۱۷ اکتوبر اور ۲۹ دسمبر ۱۹۴۸ء کی وقتی جنگ بندیوں کے بعد آخر شریک جنگ ممالک مصر سے ۲۴ فروری ۱۹۴۹ء، لبنان سے ۲۳ مارچ، اردن سے ۳ اپریل اور سوریا سے ۲۰ جولائی کو الگ الگ عام جنگ بندی معاہدے کرا دیے گئے۔

جہاد فلسطین میں اخوان کی بہادرانہ عملی شرکت کے نتیجہ میں ان کی عوامی مقبولیت میں غیر معمولی اضافہ نے مخالفین کے غیظ و غضب کو مزید مشتعل کر دیا اور ملکی و غیر ملکی مفاد پرست عناصر کی ملی بھگت اور منصوبہ بندی سے اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی منصوبہ بندی عمل میں آئی چنانچہ شائع شدہ دستاویزات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران ہی ۹ جولائی ۱۹۴۹ء کو مصر میں مقیم غیر ملکی باشندوں نے برطانوی سفیر متعینہ قاہرہ کو شکایت نامہ بھیجا کہ یہودیوں سے ہمدردی کے شبہ میں سڑکوں پر ان کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں اور پولیس ان کو روکنے کے لیے مداخلت نہیں کر رہی ہے، افواہیں عام ہیں کہ ان حوادث میں اخوان کا ہاتھ ہے، اس لیے آپ کا بڑا احسان ہوگا کہ ان واقعات کو روکنے کے لیے ضروری کارروائی کریں۔ اس کے علاوہ مصری وکیل شمس الدین شناوی کے تلاش کردہ دو مراسلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو اسماعیلیہ کے اطراف میں فاید کے مقام پر برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے سفراء کے ایک جلسہ میں یہ بات طے ہوئی کہ برطانوی سفارت مصری حکومت پر دباؤ ڈالے کہ وہ اخوان کو غیر قانونی جماعت قرار دینے کے لیے ضروری کارروائی کرے۔ پھر برطانوی سفارت نے نقراشی کو اس فیصلہ کی اطلاع دیتے ہوئے زبانی طور پر یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اخوان کو غیر قانونی قرار نہ دیا گیا تو برطانوی افواج دوبارہ قاہرہ و اسکندریہ پر قبضہ کریں گی۔ شیخ بنّا کو حکومت پر سفارتی دباؤ کا اندازہ ہوا تو انھوں نے نقراشی سے

مل کر جماعت کا موقف واضح کرنے اور الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ اس کے لیے تیار نہ ہوئے، مایوس ہو کر شاہ فاروق کو حالات سے مطلع کرنا چاہا تو ان کے دفتر کے سربراہ ابراہیم عبدالہادی نے (جو بعد میں نقراشی کے جانشین ہوئے) سکریٹری وزارت داخلہ بریگیڈیر عبدالرحمٰن عمّار سے مفاہمت کی صلاح دے کر ٹال دیا، سکریٹری نے ملاقات پر اگرچہ شیخ کے ساتھ اپنے قدیم روابط کا لحاظ کیا، لیکن قاہرہ واسکندریہ پر دوبارہ برطانوی قبضہ کی دھمکی کے سامنے نقراشی کی مجبوری بھی واضح کر دی

چھٹی آزمائش

بالآخر اخوان پر طاقت کے ذریعہ انقلاب برپا کرنے اور ملکی دستور کو بدلنے کی "بدنیتی" کا الزام عائد ہوا، اور اس جرم میں ان کے ساتھ سخت گیری کا وہ سنگین معاملہ روا رکھا گیا جس کی اب تک کسی سابق حکومت نے جراءت نہیں کی تھی، موجودہ حکومت کے لیے یہ سنگدلانہ کارروائی اس لیے بھی زیادہ آسان ہو گئی کہ ابتداء جنگ فلسطین سے ایک سال کے لیے اس نے مارشل لا نافذ کر رکھا تھا جس کے لامحدود اختیارات کو دشمن کے بجائے اہل وطن مخالفین پر استعمال ہونا تھا، بالآخر یہی ہوا، ۴ ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو روزنامہ الاخوان المسلمون غیر معینہ مدت کے لیے بند ہوا، ۸ ر دسمبر کو اخوان کو کالعدم قرار دے کر بڑے پیمانہ پر گرفتاریاں شروع ہوئیں اور جرأتمندانہ جہادی کارناموں کے صلہ میں غازی مجاہدینِ فلسطین کو پہلے عارضی کیمپوں میں قید کیا گیا، پھر ہتھکڑیاں لگا کر ہاکسیٹپ قید خانہ اور وہاں سے طور منتقل کر کے ان کو عام زندگی سے بالکل الگ تھلگ کر دیا گیا۔ ظاہر ہے ان کی تمام شاخیں اور پیشہ ورانہ یونینیں تو معطل ہو ہی چکی تھیں اب دیگر فوجی احکام کے تحت ان کے تمام رفاہی ادارے مکاتب و مدارس، ہسپتال اور کلینک اور فلاحی تنظیمیں) تجارتی کمپنیاں (جیسے عرب معدنیات کمپنی، عرب پلاسٹک کمپنی، ٹیکسٹائل کمپنی، انشورنس کمپنی، مطبعہ وغیرہ) اور نیم فوجی تربیتی مراکز مع اسلحہ ضبط ہوئے اور منقولہ وغیر منقولہ تمام جائدادیں مع مالیات کے وزارت امور اجتماعی کے سرکاری تصرف میں دیدی گئیں۔ حکمراں جماعت کے ترجمان جریدۂ آخر ساعۃ' قاہرہ نے اسی موقع پر اپنے حاسدانہ تبصرہ میں اس اقدام کا پرجوش

خیر مقدم کرتے ہوئے اخوان کی مذکورہ بالا وسیع امپائر کا نظر بد سے تذکرہ کیا تھا اور لکھا تھا:

> حکومت نے ایک ایسی جماعت سے نجات حاصل کی ہے جو نہ صرف اس کی مضبوط ترین دشمن ہو سکتی تھی بلکہ اپنے مدارس، ہسپتالوں، رفاہی اداروں، کارخانوں، کمپنیوں اور اسلحہ کے اعتبار سے ایک سلطنت کے مشابہ تھی۔

معرکۂ فلسطین کے خلاف توقع اچانک اختتام کے صدمہ اور اپنی حکومت سے شکایت کے ماحول سے ابھی لوگ باہر نہ نکلے تھے کہ بیرونی دباؤ کے تحت اخوان پر پابندی اور اس کے افراد پر سنگدلانہ جبر و قہر نے جلتی ہوئی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا اور حکومت کی گرفت سے آزاد روپوش نوجوانوں نے بے قابو ہو کر ان حکومتی عہدیداران اور پولیس افسران کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دیں جو بیرونی عناصر کا آلہ کار بنے تھے اور جنھوں نے ان کے مجاہد بھائیوں کے ساتھ بہیمانہ اذیت رسانی کا معاملہ کیا تھا، پریشان حال فکرمند شیخ بنا ایک طرف ان تشدد آمیز واقعات کی مذمت کر کے امن و امان قائم رکھنے کی اپیلیں کر رہے تھے، اور دوسری طرف نقراشی سے ملاقات کی کوشش میں تھے کہ مسائل متعلقہ کسی طرح بات چیت سے سلجھ جائیں اور حالات قابو میں آجائیں، لیکن شاید حکومت اپنے سرپرست آقاؤں کی مرضی کے خلاف نہ شیخ سے ملاقات کر سکتی تھی، نہ گفتگو اور نہ معاملات کو حل کرنے کی جرات۔ جبر و تشدد کے اس غیر یقینی ماحول میں شیخ تن تنہا رہ گئے تھے، اخوان کے تمام ممتاز رہنما گرفتار تھے، صرف شیخ کو بدنیتی سے جاسوسی محکموں کی نگرانی میں جیل سے باہر رکھا گیا تھا۔ شیخ اور اخوان کو نشانہ بنانے کا ایک اور موقع حکومت کو اس وقت ملا جب کہ پولیس افسر کے بھیس میں کسی شخص نے ۲۸ ردسمبر ۱۹۴۸ء کو وزارت داخلہ کی لفٹ کے سامنے لگاتار تین گولیوں سے وزیر اعظم نقراشی کا خون کر دیا، حسب معمول اس کا الزام بھی اخوان کے سر گیا۔ شیخ بنا نے اس مجرمانہ فعل سے بھی جماعت کی براءت کا اعلان کیا لیکن ہٹ دھرمی کے ماحول میں مذمت، براءت اور معذرت کے بیانات کچھ کام آنے والے نہ تھے۔

ساتویں آزمائش

نقراشی کے قتل کے فوراً بعد ابراہیم عبدالہادی (۲۸ ردسمبر ۱۹۴۸ء۔ ۲۶ رجولائی

۱۹۴۹ء) کی سعدی وزارت فوراً تشکیل پاگئی، اس میں لبرل، آزاد اورنیشنل پارٹی کے ارکان شامل تھے، اس حکومت کے بنتے ہی شدت پسند تنظیموں کے خلاف اقدامات کے ساتھ اخوان پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی، اگرچہ اس کے صفایا کے لیے بیشتر سنگین کارروائیاں تو سابق حکومت ہی انجام دے چکی تھی، اب نئی حکومت کے ہاتھوں شیخ کی زندگی کے خلاف دائرہ تنگ ہونا شروع ہوا، جس کا ان کو اور دیگر مخلصین کو پورا احساس تھا، چنانچہ ایک دوست کے ہوشیار کرنے اور احتیاط برتنے کے مشورہ پر انھوں نے بے بسی سے فرمایا تھا:

میں کیا کروں؛ انھوں نے اخوان کو گرفتار کرکے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے! میں نے ان سے اپنی گرفتاری کا مطالبہ کیا جس کو انھوں نے رد کردیا! میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر اخوانی مجرم گردہ ہیں تو میں ان کا سرغنہ ہوں، مجھے پہلے گرفتار کرنا چاہیے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس طرح آزاد چھوڑ کر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو... انھوں نے میرا ٹیلیفون کاٹ دیا.... میرا اجازت یافتہ ریوالور واپس لے لیا.... میرے بھائی عبدالباسط کو جو میری نقل وحرکت میں ساتھ ساتھ رہتا تھا گرفتار کرلیا، میرے گھر کے سامنے سے میری موٹر اٹھالے گئے، مجھے بیرونی سفر سے روک دیا، بنہا میں ایک اخوانی کے دیہاتی ٹھکانہ پر جانے کی اجازت مانگی تو اس کو رد کردیا، ایکسٹیب جیل خانہ میں گرفتار شدہ اخوانیوں سے ملاقات کرنا چاہی تو اس کی بھی اجازت نہ دی....

شہادت

شیخ بنا اسی گومگو میں تھے کہ حالات کو معمول پر لانے کے لیے کیا تدبیر کی جائے کہ ان کی زندگی کے خلاف سامراج اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کے تعاون سے تیار کردہ ناپاک سازشِ قتل کی تکمیل کا آخری دن آپہنچا، ۱۲؍ فروری ۱۹۴۹ء کی صبح جمعیۃ الشبان المسلمین کے نوجوان بازو کے سربراہ محمد لیثی جمعیت کے سکریٹری ناعی (جو اس وقت کے وزیر اعظم ابراہیم عبدالہادی کے عزیز بھی تھے) کا یہ پیغام لائے کہ وہ اخوان اور اس کے گرفتار شدہ ارکان کے بارے میں وزیر اعظم

کی طرف سے شیخ تک کو خوش آیند خبریں پہنچانا چاہتے ہیں، اس کے لیے شام کا وقت مقرر ہوا، شیخ وقت پر جمعیت پہنچ گئے، ملاقات کے بعد ساڑھے سات بجے شام کو شیخ اپنے وکیل اور بہنوئی عبدالکریم منصور کے ساتھ عمارت سے باہر نکلے، لیثی نے چپراسی سے ٹیکسی منگوائی، شیخ مع اپنے بہنوئی کے اس پر سوار ہوئے، وہ روانہ ہوہی رہی تھی کہ گھات میں لگے ہوئے مجرموں نے حملہ کر دیا، اس بزدلانہ حملہ کی تفصیل شیخ کے بہنوئی کی عدالتی گواہی کے الفاظ میں یہ تھی:

"ہم جمعیت سے باہر نکلے، سڑک کے اس چوراہہ پر جو جمعیت اور ریانی کے نلکے کے درمیان واقع ہے میں نے تین اشخاص کو دیکھا، لیکن شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، ہم ٹیکسی پر سوار ہوئے... تو اس کے دونوں طرف سے گولیاں چلنا شروع ہوئیں، ایک مجرم نے میری طرف کا دروازہ کھولنا چاہا، جس کی میں نے مزاحمت کی، لیکن اس نے دروازہ کھول لیا اور پستول داغ دیا، پہلی گولی باہر سے شیشہ پر لگی تھی جس سے وہ چور چور ہوا تھا لیکن مجھے چوٹ نہ آئی تھی، مگر دروازہ کھلنے کے بعد کی گولی میرے بازو میں اتر گئی...

اسی لمحہ میں نے دیکھا کہ دوسرا مجرم شہید امام کی طرف کا دروازہ کھولنے کے لیے زور لگا رہا ہے، دروازہ کھلتے ہی اس نے امام پر ریوالور داغ دیا، امام اس کے پیچھے لپکے، لیکن معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے گولی لگ چکی ہے، جب وہ واپس تشریف لائے تو میں نے پوچھا: کیا آپ نے مجرم کو پکڑا؟

انھوں نے فرمایا: نہیں! مجرمین موٹر نمبر ۹۹۷۹ میں سوار ہو کر بھاگ گئے۔

میں نے سوال کیا: آپ نے نمبر دیکھ لیا؟

انھوں نے فرمایا: ہاں!

اس کے بعد ہم اسعاف کے لیے روانہ ہو گئے۔

اسعاف جمعیت ہی کی سڑک پر کچھ آگے بڑھ کر فرسٹ ایڈ کی فوری خدمات کا مرکز ہے۔

اس حادثہ کے دوسرے عینی شاہد محمد لیثی نے اپنی گواہی کے بیان میں مزید تفصیل اس طرح بیان کی:

گولی چلنے کے بعد جب میں ایمبولنس طلب کرنے کے لیے جمعیت کی عمارت میں واپس آیا تو ٹیلیفون کا ریسیور الگ رکھا ہوا تھا، اس کو دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ ٹیلیفون پر بات کرنے کے لیے کوئی میرا منتظر ہے، ریسیور اٹھاتے ہی معلوم ہوا کہ سیاسی پولیس کے افسر محمد جزار بول رہے ہیں، میں نے ان کو بتایا کہ ابھی شیخ بنا پر قاتلانہ حملہ ہوا....

انھوں نے پرسکون آواز میں کہا: نہیں بھائی! پھر پوچھا، مر گئے کہ نہیں؟

اس وقت میں نے دیکھا کہ ٹیکسی روانہ ہو رہی ہے، میں اس کے پیچھے پیچھے بھاگا یہاں تک کہ اسعاف پہنچ گیا، وہاں پر مجھے گندمی رنگ کا ایک نوجوان (مصری ڈھیلا ڈھالا، عوامی لباس) جلباب اور ترکی ٹوپی پہنے ہوئے ملا، اس نے کہا: میں نے قاتلوں کی موٹر کا نمبر دیکھ لیا ہے، پھر اس نے نمبر ۹۹۷۹ بتایا جس کو میں نے کاغذ پر لکھ لیا، اسی دوران قصر العینی ہسپتال لے جانے کے لیے شیخ بنّا ایک اسٹریچر پر نکلے، اور میں نے اس نوجوان کو جمعیت کی طرف روانہ کیا کہ وہاں میرا انتظار کرے۔

متعلقین و متوسلین کو شکایت رہی کہ ہسپتال میں شیخ کو علاج کے بغیر ڈالے رکھا گیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، دشمنوں اور حریفوں نے سمجھا کہ انھوں نے مؤسس مرشد و قائد کے خونِ ناحق کے ساتھ ان کی جماعت کا بھی صفایا کر دیا، یقیناً یہ اخوان کی ابتلا و آزمائش سے بھری ہوئی آخری آٹھ سالہ مختصر تاریخ کا سب سے زیادہ دردناک و صبر آزما سانحہ تھا، لیکن اللہ کے مخلص بندے ایسے حادثات سے ہمیشہ سرخرو ہو کر نکلے ہیں، حوصلہ مند اہلِ عزیمت اخوانیوں نے شیخ کی شہادت کے بعد بھی اسلام کی سربلندی کے لیے مصر اور عالمِ عرب کے چپّہ چپّہ پر عہدِ وفا کی نئی تاریخ بار بار لکھی ہے، خداداد حکمت و بصیرت سے اس کا ابدی پیغام ساری دنیا میں پوری آب و تاب کے ساتھ پہنچا دیا ہے، اور آخری فیصلہ ربِ کائنات کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔